



Name: shiza Rizwan

Class: XI

Roll No. _____

Subject: Urdu

Test No. 14

Date: 19/11/24

A	B	C	D	A	B	C	D	A	B	C	D	A	B	C	D
1				6				11				16			
2				7				12				17			
3				8				13				18			
4				9				14				19			
5				10				15				20			

Marks Obtained _____

انشائیہ طرز

تہ اول

سوال نمبر ۱

خلاصہ

”اوور لوٹ“

جنوری کا مہینہ، بیفتے ہی ایک سرد شام کو ایک خوش بوش، چو نچال، ذنہ دل بے فکر نوجوان ڈیوس روڈ سے مال روڈ پر آیا اور پیئرنگ کر اس کی طرف پٹری ٹیل کر چلنے لگا۔ اپنی تراش فراش اور وقع قطع سے یہ نوجوان فیشن ایبل، وضع دار، لکھ دکھاؤ، متوسط طبقے کے خوش حال کھوائے کا ایک فرد لگتا تھا۔ سردی زیادہ تھی اس لیے بادامی رنگ کا اوور کوٹ پہن دکھا تھا۔ جس کے گانے میں شہرتی رنگ کے گلاب کا ایک ادھو کھلا پچھل لگا تھا۔ گلے میں دیشم کا گلہ بن، سر پر بنی ہیلمٹ ایک خاص انداز سے بٹھکھا رکھا تھا۔ یہ کی ایک چھٹی چھٹی پھری ہاتھ میں بے کبھی کبھی وہ کھاتا تھا۔ اس شام اگرچہ سردی شہرتی مگر اس نوجوان پر اس کا کوئی اثر معلوم نہ ہوتا تھا۔ وہ بڑے صبر سے فرامان فراماں چل دیا تھا اس کے ظاہری لیے، شکل صحت اور چال وصال سے پتہ چلا تھا کہ یہ تانے وائے دیکھتے ہی اس کی طرف لپکتے کہ شاید اس ساری کی ضرورت یہ عکروہ پھوڑی کے اشارے سے ”نہیں“ لے دیتا۔ ایک ٹیکر کو جو اس کے لیے اس نے ”نہ تھیک یو“ کہہ کر ٹال دیا۔



مال روڈ کے باررونی تھے تک پہنچے اس کی زندگی اود چو پانی میں اغافہ یہ گید
سبھی وہ سرستی اور سرخوشی کے عالم میں منہ سے بیٹی بجا کر قصی کی دھن نکالتا
تھا۔ لادنی گاردن کی سڑک کے اندر پھرتے تادیکی اور اداسی کی وجہ سے وہ اس
طرف کو نہ مڑا، بلکہ یہاں پھرتے کر اس کی طرف دواں دواں رہا۔ اسکیل پاں کے
تو وہ نیچے شرم کے مات وایاے جاکر گئے۔ اس دور پر جو بھی گزار یا تھا مردوہ یا موت
سب کو یہ نہ جواں دیکھ دیا تھا۔ اسی کی نظر لوگوں کے چہرے کی پھائے لوگوں کے لباس
پیرنگی۔ اسی جوڑی ہر طرح کے لوگوں تھے۔ کچھ لوگوں نے کرم پیرمیں تھے اور
چچے اور رکوٹ میں صبر تھے۔ فوجان کا اپنا اور کوٹ خانہ پورنا تھا لیکن اسی
سر سلائی اور پرکے کے اعتبار سے خاٹا کھا اور فوجان اسی میں خوش تھا اسرا
تھا۔

یہی اس نے ایک پان سکریٹ پیچھے والے لڑکے سے سیکریٹ فریہ اور مزے سے ش
لگانے لگا۔ شام کا اندھیرا گہرا رہا تو جواں نے دوبارہ سے ایک اور مرد گن
شرح لہ دی۔ پھر ایک بے مثال پر تازہ رسالوں کو سرسری نظر دیکھا، ایک قاضی
کی دکان پر ایرانی قاضی کی قیمت پوچھی اور آگے چل دیا۔ اب تک اس سے
جتنے بھی لوگ دیکھے تھے، کسی کی بھی شکل یاد نہ تھی۔ مال روڈ اور مگلوڈ روڈ کے
پلوں کو سمجھ دیتے انہوں سے پوری ای لاری کے ساتھ لگراؤ اور اسے چکی ہر
نیزی سے نکل چکی۔ اس کی دونوں خانیکیں اچھلی کی تھیں، بت ساؤن نکل چکا تھا
اور وہ سڑک پر پڑا سک رہا تھا۔ ٹریفک کے ایک انسپکٹر نے لوگوں کی مدد سے
مشکل سے ایک کار میں ڈالا کر ہتھیل پھینک دیا۔ ہتھیل پھینک کر فوجان نے دم توڑ دیا۔
آپریٹس روح میں موہن نرسوں نے اسی کی بے بسی کی موت پر ہمدردی اور
دکھ کا اظہار کیا۔ اس کا بادی رنک کا اور رکوٹ اس کے جم پھر تھا، سقیہ
سلاک کا منظر لگے میں پڑا ہوا، بتر فیلٹ پیٹ اس کے سینے پر رکھی تھی، سر میں لگا
کے ڈیڑھ دار تیل کی مہک بھی باقی تھی، اس کے گردن پر جانوروں کے بڑے
بڑے دھبے نمایاں تھے۔

جب اسی کا لباس اتار جانے لگا تو بے بسی سے اپنے اس کاسک کا گلو بناتا رہا۔
حیرت کے عالم میں نرسوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ گلو بننے کے نیچے
نکالی اور کار تو سب سے قہقہے لگتی تھی۔ اور کوٹ اترنے کے بعد معلوم ہوا

میں نے پہلی بار ایک ایسی ہیروئن دیکھی تھی جس کی ہر بات میری دلچسپی کا شکار تھی۔
میں نے پہلی بار ایک ایسی ہیروئن دیکھی تھی جس کی ہر بات میری دلچسپی کا شکار تھی۔
میں نے پہلی بار ایک ایسی ہیروئن دیکھی تھی جس کی ہر بات میری دلچسپی کا شکار تھی۔
میں نے پہلی بار ایک ایسی ہیروئن دیکھی تھی جس کی ہر بات میری دلچسپی کا شکار تھی۔
میں نے پہلی بار ایک ایسی ہیروئن دیکھی تھی جس کی ہر بات میری دلچسپی کا شکار تھی۔
میں نے پہلی بار ایک ایسی ہیروئن دیکھی تھی جس کی ہر بات میری دلچسپی کا شکار تھی۔
میں نے پہلی بار ایک ایسی ہیروئن دیکھی تھی جس کی ہر بات میری دلچسپی کا شکار تھی۔
میں نے پہلی بار ایک ایسی ہیروئن دیکھی تھی جس کی ہر بات میری دلچسپی کا شکار تھی۔
میں نے پہلی بار ایک ایسی ہیروئن دیکھی تھی جس کی ہر بات میری دلچسپی کا شکار تھی۔
میں نے پہلی بار ایک ایسی ہیروئن دیکھی تھی جس کی ہر بات میری دلچسپی کا شکار تھی۔

سوال نمبر 2:-

معاملہ نگاری

(دو طالب علموں کے نام)

مسئلہ:- شعیب اور یحییٰ اجتماعات ہیں۔ تفریح کا وقت ہے۔ اچانک دلالان میں دو طلبہ آپس میں لڑنے لگتے ہیں۔ پروفیسر محمد عظیم صاحب انہیں لڑنے سے منع کرتے ہیں لیکن ایک طالب علم ان سے کتاخ سے پیش آتا ہے۔ اس پر شعیب حیران رہ کر پیرے کتاخ سے۔

شعیب:- یحییٰ! دیکھو ایسے یہ کہ عظیم بستی سے کتنا ادنیٰ دو یہ بڑا جا رہا ہے۔

یحییٰ:- شعیب! یہ کوئی بڑی بات نہیں۔ آج ہماری معاشرے سے اساتذہ کا احترام ٹوٹ چکا ہے۔

شعیب:- دیکھو! یہ کوئی طریقہ تو نہیں ہے اساتذہ ^{اگرچہ} احترام ~~کے~~ ^{بے گنت} کا۔ باادب بے ادب بے نیب کے معاشق یہ طلبہ کیا حاصل کریں گے۔

یحییٰ:- اساتذہ کی بے ادبی کرنے والے طلبہ کریں گے، صبر نہ کرنا کہ وہ کھاتے کھاتے ہیں۔

محبوب: استاد وہ ہستی ہے کہ جس نے پیامبر کو تشکیل دیا ہے۔ جس نے ظفر علی خان کے اپنے بچے کو شعیب بن کر دیا ہے۔ یہاں تک کہ اس کا احترام کرے کہ یہ وہ ہستی ہے جس نے مستقبل کو تشکیل دیا ہے۔

حمیر: علامہ اقبال نے دنیا کا کیا کیا ہے:

وہ توں آں شاہ کہ محل بر قوت
سبوتر کر تیشہ، باز مراد

شعیب: اساتذہ کو تو وہ مقدس پیشہ ہے کہ جس کے متعلق بنی کریمؐ نے فرمایا:

”بے شک مجھے معلم بنائی بھیجا گیا“

حمیر: حاضری وصال کے شاعر کا تقابلی جائزہ یہاں تک کہ امام اعظم ابو حنیفہ نے ساری دنیا کی اپنے استاد کے کمر کی طرف پاؤں نہیں پھیرا ہے۔ حضرت علیؓ جس عظیم شخصیت اور اسلامی سطت کے خلیفہ ہیں، لیکن بلندی کو دیکھ کر کہ جس سے ایک لفظ بھڑکا تو کر دے یہ جائے ہی اور آج ~~شعیب~~ شعیب نے جیف طلبا استاد کے سامنے زبان دراز نہیں

شعیب: استاد وہ ہستی یہ تھی جو اپنے میں بھیجا کلم طاب ہمارے ہوائے کرتی ہے۔

حمیر: دوست! لیکن ہم برائےوں سے برٹو کر برائی تو ہمارے معاشرے میں پھیل چکی ہے اور وہ ہے اساتذہ کی ناقدی۔

شعیب: پھر طلبا اساتذہ کی ڈانٹ سن کر بچھ جاتے ہیں۔

حمیر: اساتذہ کی ڈانٹ بھی بھلا ہے یہ مفید ہے۔ وہ تو ہماری کسی بڑی سیکے تلخ الفاظ استعلا کرتے ہیں۔

شعیب: لیکن آج کے طلباء اساتذہ کے احترام کو ملحوظ خاطر نہیں رکھتے اور یہ ایک ایسا کھٹکا فعل ہے جو طلبا سوتیں مڑ دیتے۔

حمیر: شعیب کہہ دیجئے گا آج منہ ہے وہ دنیا کا کینم بنا تھا وہ اپنے اساتذہ سلور کے

کہتا تھا ”میرا باب (قلب) پچھ آسمان سے زمین لایا اور میرا تار پچھ زمین سے آسمان لایا“

شعیب: چلو اب چھ جانا یہ گائے حافرا

حمیر: چلا یاد پھر دے کہ اسے حافرا۔